تاریخ ابن خلدون کا الفیصل ایڈیشن

علامہ عبدالرحمن ابن خلدون نے بہت سے موضوعات پر قلم اٹھایا اور مختلف علوم وفنون کے متعلق ان کی چھوٹی چھوٹی کتب طویل مدت تک مقبول رہیں لیکن ان کی شہرت ان کے شاہکار یعنی تاریخ عالم اور خصوصاً اس کے پہلے حصہ پر مبنی ہے جس کو عام طور پر مقدمہ ابن خلدون کہا جاتا ہے۔

ان کی تاریخ کا پورا نام "کتاب العبرو دیوانُ المبتَد اوالخَبرِ فِی اَیّامِ العرب وَالعجمِ والبر برومن عاصرھم مِن ذوی السلطانِ الاکبر" ہے جسے عام طور پر تاریخ ابن خلدون کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اس تاریخ کو انہوں نے درجہ ذیل حصوں میں منقسم کیا ہے۔

"مقدمہ" تاریخ' عمرانیات' سیاسیات' معاشیات اور دوسرے معاشرتی علوم کے مسائل اور مباحث پر ایک کلاسیکی تحریر ہے جس کے تراجم ترکی' فرانسیسی' انگریزی' پرتگالی اور اردو کے علاوہ دنیا کی دوسری بڑی زبانوں میں بھی ہو چکے ہیں۔ "تاریخ ابن خلدون" اردو ترجمے کے تیرہ حصے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:۔

تاریخ الانبیاء (قبل از اسلام) جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کے حالات درج ہے۔

☆ حصہ اول میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک کے حالات۔

☆ حصہ دوم میں خلافت معاویہؓ وآل مردان تک کے حالات۔

☆ حصہ سوم چہارم میں خلافت بنوعباس تک کے حالات۔

☆ حصہ پنجم میں امیران اندلس اور خلفائے مصر کے حالات۔

☆ حصہ ششم میں غزنوی اور غوری سلاطین کے حالات۔

☆ حصہ ہفتم میں سلجوقی وخوارزم شاہی سلاطین اور فتنہ تاتار کے حالات۔

☆ حصہ ہشتم میں زنگی اور خاندان صلاح الدین ایوبی کے سلاطین اور تاتاریوں کے زوال کے حالات۔

☆ حصہ نہم میں سلاطین ممالک بحریہ مصر کی مفصل تاریخ

☆ حصہ دہم میں مصر وشام میں ممالیک کی سلطنت کے خاتمہ سے لے کر ترکی میں آل عثمان کی سلطنت کے آغاز تک کے حالات۔

☆ حصہ یازدہم میں شمالی فریقہ میں بربر قبائل اور ان کے حکمرانوں کے حالات۔

☆ حصہ دوازدہم میں 350ھ سے 800ھ ہجری کے دوران میں عرب میں پائے جانے والے قبائل اور ان کی حکومتوں کے حالات

قیمت =/2500 روپے مکمل 6 جلد
رعایتی قیمت =/1500

تاریخ طبری کا الفیصل ایڈیشن

مورخ اسلام علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (839ء - 923ء) کی یہ وہ شہرہ آفاق کتاب ہے جو ایک ہزار سال سے زائد عرصے سے مسلمانوں کو ان کا ماضی یاد دلا رہی ہے۔ یہ مسلمانوں ہی کی نہیں' پوری انسانیت کی تاریخ ہے۔ اسی لئے اسے "تاریخ الرسل والملوک" کے علاوہ "تاریخ الامم والملوک" بھی کہا جاتا ہے یعنی مختلف اقوام وسلاطین کی تاریخ' لیکن عرف عام میں یہ "تاریخ طبری" کے نام سے مشہور ہے۔ علامہ طبری نے اس تاریخ عالم کے لئے ضروری مواد تحریرات اور زبانی روایات سے جمع کیا تھا' جن کی فراہمی کے لئے انہیں اسلامی دنیا کے علمی مراکز میں اپنی طویل سیر وسیاحت میں خاصے مواقع ملے۔

یہ عظیم الشان کتاب زمانے کے تھپیڑوں سے بچ گئی۔ اس میں لغت' ادب' سیرت' تاریخ' احادیث' تاریخ خلفائے اسلام' تاریخ تفسیر وحدیث وغیرہ متفرق موضوعات جمع ہوگئے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کتابوں کے اقتباسات بھی محفوظ ہوگئے ہیں جنہیں زمانے نے فنا کر دیا ہے۔ اُردو کا یہ ایڈیشن سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اول میں کائنات کی تخلیق سے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت تک' تمام حالات وکوائف سابقہ انبیائے کرام کے احوال پر مشتمل ہے۔ جلد دوم میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے لے کر حضرت عمر فاروقؓ تک کے حالات مذکور ہیں۔ جلد سوم خلافت حضرت عمر فاروقؓ سے حضرت علیؓ تک' جلد چہارم حضرت حسنؓ تا خلیفہ سلیمان بن مالک' جلد پنجم حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تا خلیفہ الہادی' جلد ششم خلیفہ ہارون الرشید تا واثق باللہ' جلد ہفتم خلیفہ المتوکل علی اللہ تا المقتدر باللہ کے مفصل حالات پر مشتمل ہے نیز اس میں تاریخ طبری کا مکمل اشاریہ بھی شامل ہے غرضیکہ کائنات سے 302 ہجری 932ء تک کے حالات پوری تفصیل اور جامعیت سے "تاریخ طبری" میں سما گئے ہیں۔

قیمت =/2655 روپے مکمل 7 جلد
رعایتی قیمت =/1600

منی آرڈر کے ذریعے منگوانے والوں کو ۱۵۰۰ روپے میں سیٹ دیا جائے گا اور ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا

الفیصل
ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور
7230777 -7231387

مصر: جمہوری جدوجہد نئے مرحلے میں

حافظ محمد ادریس ○

امریکی حکومت نے مصر کی معروف دینی و اسلامی تحریک اخوان المسلمون سے باقاعدہ رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ لاہور کے ایک قومی اخبار نے اپنے نمایندہ مقیم نیویارک کے حوالے سے مندرجہ ذیل خبر شائع کی ہے: "امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ مصر کی کالعدم اسلامی تنظیم اخوان المسلمون سے براہ راست اور مستقل بنیادوں پر مذاکرات کیے جائیں۔ بش انتظامیہ نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا ہے کہ اخوان المسلمون مصر کی سب سے زیادہ طاقت ور تنظیم ہے۔ قاہرہ کے ایک مغربی سفارت کار نے معتبر عربی اخبار الشرق الاوسط کو بتایا کہ امریکا سمجھ چکا ہے کہ مصر میں اخوان المسلمون تنظیم اپوزیشن کی ایک طاقت ور تنظیم کا کردار ادا کر رہی ہے' لہٰذا بش انتظامیہ اس بات پر غور کر رہی ہے کہ اخوان المسلمون کے نمایندوں کو واشنگٹن مدعو کر کے ان سے مذاکرات کیے جائیں اور مصر میں اصلاحات کے سلسلے میں اخوان المسلمون سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے بات چیت کی جائے"۔ (نوائے وقت' ۶ اپریل ۲۰۰۵ء)

امریکا اور برطانیہ نے اخوان کو ہمیشہ ایک انتہا پسند مذہبی تنظیم اور مغربی تہذیب سے متنفر بنیاد پرستوں کا ٹولہ قرار دیا ہے۔ اخوان کے رہنماؤں نے اپنی یادداشتوں میں اس حوالے سے بہت سے دل چسپ واقعات بھی بیان کیے ہیں۔ اخوان کے تیسرے مرشد عام سید عمر تلمسانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

○ ڈائرکٹر ادارہ معارف اسلامی' لاہور

امام حسن البناؒ دو مرتبہ انتخابات میں کھڑے ہوئے۔ دونوں مرتبہ غیر ملکی استعمار کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ اُس دور کے وزیراعظم نحاس پاشا مرحوم سے حکومتِ برطانیہ نے مطالبہ کیا کہ وہ امام کو انتخاب لڑنے سے منع کر دیں۔ چنانچہ وزیراعظم نے اُنھیں ملاقات کے لیے میناہاؤس بلایا۔ امام نے انتخاب سے دستبردار ہونے سے انکار کر دیا۔ اس پر نحاس پاشا نے امام کو بتایا کہ برطانیہ کی جانب سے دھمکی ملی ہے کہ اس صورت میں مصر کو زبردست خطرے کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ چنانچہ آپ نے ملک و وطن کی سالمیت کو ترجیح دیتے ہوئے انتخاب سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کرلیا۔

دوسری مرتبہ بھی استعماری نظام نے آپ کو انتخاب سے باہر رکھنے کی پوری کوشش کی مگر آپ نے اس بار دستبردار ہونے سے انکار کر دیا۔ غیر جانب دار حلقوں کے مطابق راے دہندگان نے بھاری اکثریت سے امام کے حق میں ووٹ ڈالے، مگر انتظامیہ نے ووٹوں کی گنتی کے دوران ایسا خوف و ہراس پھیلایا اور ایسی دھاندلی کی کہ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ یوں آپ کی کامیابی کو ناکامی میں تبدیل کر دیا گیا۔(یادوں کی امانت، ص ۱۶۱)

دوسری جگہ عمر تلمسانیؒ لکھتے ہیں کہ ''مصر میں نقراشی پاشا کی وزارت کے دوران مغربی ممالک کے سب سفیر ایک جگہ جمع ہوئے اور انھوں نے دھمکی آمیز لہجے میں وزیراعظم سے اخوان پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ نقراشی پاشا نے اخوان پر پابندی لگادی۔ یہ پہلی پابندی تھی، اس کے بعد تو ہماری تاریخ پابندیوں ہی کی تاریخ بن کر رہ گئی''۔(ایضاً، ص ۲۵۰)

اخوان کے چوتھے مرشدعام محمد حامد ابوالنصرؒ نے اپنے احساسات کا تذکرہ یوں کیا ہے:

''برطانوی سفارت خانے سے مجھے ایک خط ملا جس کے مطابق سفارت خانے کے نمایندے مینجر لینڈل مجھ سے ملاقات کے آرزومند تھے۔ میں نے خط کا جواب دینے سے پہلے امام حسن البنا سے اس کی اجازت مانگی۔ انھوں نے مجھے اس کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ ملاقات میں کوئی حرج نہیں۔ ساتھ ہی اخوان کی پالیسی پر مشتمل ایک خط مجھے برطانوی سفارت کاروں کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔ اس ملاقات میں کئی موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ یہاں برسبیل تذکرہ میں یہ عرض کرنا

ضروری سمجھتا ہوں کہ برطانوی سفارت خانے میں اخوان المسلمون کے متعلق ایک البم تیار کیا گیا تھا جس میں امام حسن البنا کی تصویر کے نیچے انگریزی کی ایک عبارت لکھی ہوئی تھی: ''مشرق وسطیٰ کا خطرناک ترین آدمی''۔(وادی نیل کا قافلہ سخت جان، ص ۴۷-۵۱)

اب مصر میں نصف صدی کے بعد پہلی مرتبہ یہ امید پیدا ہوئی ہے کہ ملک کے صدارتی انتخاب میں ایک ہی امیدوار (جو کہ کرنل ناصر کے وقت سے ہمیشہ برسراقتدار صدر ہی ہوا کرتا ہے) کے بجاے ایک سے زاید امیدواران میدان میں اتر سکیں۔ کرنل ناصر، انور السادات اور حسنی مبارک نے بالترتیب مصر پر ۱۷ سال، ۱۲ سال اور ۲۴ سال تک حکمرانی کی۔ آخر الذکر ابھی تک تخت پر براجمان ہیں۔ ان کے دونوں پیش رو موت ہی کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہوئے تھے ورنہ جیتے جی انھوں نے کسی کو مدمقابل آنے کی اجازت نہ دی۔ یوں مصر میں صدارتی انتخاب دراصل ''ریفرنڈم'' ہوتا ہے۔

آمریت کبھی آسانی سے قوموں کی جان نہیں چھوڑا کرتی۔ اس وقت حکمران ٹولے کی نیندیں حرام ہوچکی ہیں۔ ملک کے اندر حسنی مبارک اور ان کے چیلوں کے خلاف شدید نفرت ہے۔ عالمی تناظر میں کثیر جماعتی انتخابی نظام کے لیے دباؤ بھی ہے لیکن مغرب کو ''بنیاد پرستوں'' کا بیلٹ کے ذریعے منتخب ہونا بھی کسی صورت قبول نہیں۔ ترکی اور الجزائر اس کے کھلے ثبوت ہیں جہاں نام نہاد مغربی جمہوریت پسندوں نے پوری ڈھٹائی اور منافقت سے عوام کے واضح مینڈیٹ کو ''جمہوریت کی شکست'' قرار دے کر ''برعکس نہند نامِ زنگی کافور'' کے معکوس معنی متعین کر دیے تھے۔

مصر کے صدارتی اور عام انتخابات سے قبل وہاں کی بار کونسل کے حالیہ انتخابات کے نتائج بھی ہوا کے رخ کا پتا دیتے ہیں۔ مصر میں اخوان المسلمون پر قانوناً آج بھی پابندی عائد ہے۔ وہ ملکی انتخابات میں اخوان کے نام پر حصہ نہیں لے سکتے، البتہ آزادانہ حیثیت میں یا کسی دوسری اپوزیشن پارٹی کے ممبر کے طور پر انتخاب لڑ سکتے ہیں۔ موجودہ پارلیمنٹ میں اخوان کے تقریباً تین درجن ارکان اسی انداز میں پہنچنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ پیشہ ورانہ تنظیمیں، یعنی بار کونسلیں، انجینیروں، ڈاکٹروں اور دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والی یونینوں اور سوسائٹیوں میں بھی اخوان کی نمایندگی بھرپور ہے کیونکہ ان تنظیموں میں کسی بھی نام سے انتخاب لڑنے کی اجازت مل جاتی ہے۔

مصر میں گذشتہ سال بار کونسل کے ناظمِ اعلیٰ، اخوان کے پہلے مرشد عام امام حسن البنا شہیدؒ کے بیٹے سیف الاسلام البنا ایڈووکیٹ تھے۔ اس مرتبہ اخوان نے حزب الوطنی اور بعض دیگر گروپوں سے اتحاد کر کے یہ انتخاب لڑنے کا فیصلہ کیا۔ کل ۲۴ ارکان ملک بھر سے منتخب کیے جاتے ہیں جو بعد میں صدر، سیکرٹری اور ایگزیکٹو کونسل وغیرہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ مقابلہ کانٹے دار تھا۔ ایک جانب اخوان اور حزب الوطنی کے امیدواران تھے تو دوسری جانب حکومتی پارٹی اور ناصری جماعت کا اتحاد میدان میں تھا۔ ایک گروپ کی قیادت سیف الاسلام البنا کر رہے تھے، دوسرے کے رہنما سامح عاشور تھے۔

عرب دنیا کے تمام پڑھے لکھے لوگوں بالخصوص شعبہ قانون وعدل سے تعلق رکھنے والے افراد کی نگاہیں ۱۲ مارچ ۲۰۰۵ء پر لگی تھیں۔ اس مرتبہ ان انتخابات کو مغرب میں بھی بہت اہمیت کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا۔ مصر میں کل رجسٹرڈ وکلا کی تعداد ایک لاکھ ۲۵ ہزار ہے۔ اخوان نے اپنی حکمت عملی بہت حکمت و تدبر کے ساتھ مرتب کی، وہ شراکت کے اصول پر میدان میں اترے۔ کل ۲۴ امیدواران کی فہرست میں اخوان کے ۱۰ وکلا اور دیگر پارٹیوں کے ۱۴ وکلا کا نام دیا گیا تھا۔ شام کو نتائج کا اعلان ہوا تو اخوان کے گروپ سے ۱۵ امیدوار کامیاب قرار پائے، جب کہ حکومتی اور ناصری اتحاد نے باقی ۹ نشستیں جیت لیں۔ نتائج کی پہلی دل چسپ بات یہ ہے کہ مصری بار کی تاریخ میں ایک نیا ریکارڈ قائم ہوا ہے اور وہ یہ کہ سابقہ بار کے ناظمِ اعلیٰ سیف الاسلام البنا ۳۶ ہزار ۹ سو ووٹ حاصل کر کے ممبر منتخب ہوئے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ کل ۷۵ ہزار کے قریب پڑنے والے ووٹوں میں سے ۱۲ ہزار ۲ سو ۳۳ ووٹ مسترد ہوئے۔ اگر یہ ووٹ مسترد نہ ہوتے تو شاید نتائج حکومتی اتحاد کے لیے بہت بڑا دھچکا ہوتے (وکلا جیسی برادری کے اتنی بڑی تعداد میں ووٹوں کا مسترد ہونا بھی حیرت کی بات ہے)۔ (المجتمع کویت، شمارہ ۱۶۴۴، یکم اپریل ۲۰۰۵ء۔ مزید تفصیلات اخوان کی ویب سائٹ www.ikwanonline.net پر دیکھی جاسکتی ہیں)

ان انتخابی نتائج سے حکومت بھی پریشان ہے اور ان کے مغربی سرپرست بھی خطرے کی بو سونگھ رہے ہیں۔ مصر میں جمہوریت کی بحالی کے لیے امریکا چند برسوں سے اعلانات کرتا چلا آ رہا ہے۔ امریکا کے عرب اور مسلم دنیا میں جمہوری نظام کی حمایت کرنے کے دعوے کی اصل حقیقت کیا

ہے؟ یہ ایک الگ سوال ہے مگر اس شور و ہنگامے میں موروثی حکمران اور مستبد آمرانہ حکومتیں اپنی جگہ لرزہ براندام ضرور ہیں۔ حسنی مبارک ایک تسلسل کے ساتھ مغربی دنیا کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ انتخابات اور آزادانہ ماحول کا نتیجہ مصر اور خطے کے دیگر ممالک میں بنیاد پرستوں کی جیت کی صورت میں نکلے گا۔ اٹلی، فرانس اور امریکا کے تمام ابلاغی اداروں سے حسنی مبارک کا یہ الارم نشر ہو چکا ہے۔

اس سال فروری کے آخر میں حسنی مبارک نے بعض دستوری ترامیم کا اشارہ دیا ہے۔ اس کے مطابق آئین کی دفعہ ۷۶ میں ترمیم کرتے ہوئے صدارتی انتخاب میں دیگر امیدواروں کو بھی شرکت کی اجازت دے دی جائے گی۔ اس انتخاب کا طریق کار اور قواعد کیا ہوں گے؟ ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔

اخوان المسلمون نے صدر کے اس اعلان کا خیر مقدم کیا ہے۔ مرشد عام محمد مہدی عاکف نے مکتب ارشاد سے مشاورت اور غور و خوض کے بعد قاہرہ میں ۲۳ مارچ کو مطالبات پر مشتمل ایک جامع بیان جاری کیا، جسے عالم عرب و غرب کے پریس میں نمایاں جگہ ملی۔ اس کے نمایاں نکات درج ذیل ہیں:

۱- ایمرجنسی کا فوری اور مکمل خاتمہ۔ ایک ایسی فضا کا قیام جس میں حقیقی جمہوریت پنپ سکے۔ عام جلسے جلوسوں کی آزادی، تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی، خفیہ ایجنسیوں کی جانب سے روا رکھے جانے والے جسمانی و نفسیاتی تشدد کا مکمل خاتمہ۔

۲- تمام خصوصی عدالتوں اور قوانین کا مکمل خاتمہ، بالخصوص پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ اور ٹریڈ یونینز لا وغیرہ کا خاتمہ جن کی وجہ سے موجودہ سیاسی جمود طاری ہے۔ اخبارات و جرائد کے اجرا اور بلاقید و تفریق سیاسی جماعتوں کی تشکیل کی آزادی۔

۳- ایسے آزاد ماحول اور فضا کا قیام جس میں مکمل طور پر آزادانہ انتخابات کا انعقاد ممکن ہو اور قوم کی اصل رائے سامنے آسکے۔ صاف شفاف انتخابی فہرستوں کی تیاری، قومی شناختی کارڈوں کے اجرا کی جلد تکمیل، انتخابات کے تمام مراحل کی عدلیہ کے زیرنگرانی تکمیل، انتخابی عمل میں ہر طرح کی بیرونی مداخلت کا کلی سدباب اور امیدواروں کو اپنی مہم چلانے کی مکمل آزادی۔

۴- دستور کے آرٹیکل ۷۶ اور صدارتی انتخابات سے متعلق دیگر دفعات کے لیے صدر کا صوابدیدی اختیار ختم کیا جائے۔ دو مرتبہ سے زاید صدارتی میعاد کے لیے امیدوار بننے پر پابندی لگائی جائے اور عرصہ صدارت کو چار برس تک محدود کر دیا جائے۔

ان مطالبات کے آئینے میں مصر کی موجودہ تصویر صاف دیکھی جا سکتی ہے۔ ابھی ان مطالبات کے نتائج و عواقب کے بارے میں سیاسی و فکری حلقے ردعمل اور تجزیے پیش کر رہے تھے کہ دستور کے آرٹیکل ۷۶ میں مثبت اور عوامی جذبات کی ترجمان ترمیم کی امیدیں دم توڑ گئیں۔ صدر حسنی مبارک نے ترمیم کا ایسا تصور پیش کیا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے ترمیم بھی کی جائے گی، مگر اپنی صدارت کے لیے خطرہ بننے والے ہر امیدوار کا راستہ بھی روکا جائے گا۔ یوں یہ کثیر امیدواری انتخاب ایک ڈھونگ سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔

دوسری طرف حکومتی سطح پر پروپیگنڈے کا ہتھیار بھی خوب استعمال ہو رہا ہے (جس کا مشاہدہ ہم اپنے ملک میں بھی کرتے ہیں)۔ حسنی مبارک نے اعلان کیا ہے کہ حزبِ اختلاف کی جماعتوں کو بیرونی ممالک سے لاکھوں کروڑوں پونڈ آنے شروع ہو گئے ہیں تاکہ مصر کی حکومت کو غیر مستحکم کیا جائے۔ ایسی صورت میں دوسرے امیدوار کی ترمیم پر دوبارہ غور کیا جا سکتا ہے۔ ایک اور کام یہ کیا گیا کہ اخوان کے نائب مرشد عام اور سیاسی معاملات کے نگران ڈاکٹر محمد حبیب کی طرف سے یہ بیان میڈیا میں پھیلا دیا گیا کہ انھوں نے صدر حسنی مبارک یا ان کے بیٹے جمال مبارک کے بطور امیدوار میدان میں آنے کی تائید کی ہے۔ ڈاکٹر محمد حبیب نے زوردار الفاظ میں اس کی تردید کی مگر اس وقت تک یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح دُور و نزدیک زہر پھیلا چکی تھی۔ (المجتمع، شمارہ ۱۶۴۵، ۸ اپریل ۲۰۰۵ء)

حکومتی بدنیتی سامنے آجانے کے بعد کم و بیش تمام سیاسی جماعتوں نے اس کے خلاف مزاحمت کا پروگرام بنایا ہے۔ بائیں بازو کی تنظیم سوشلسٹ پارٹی نے اپنے اس نعرے کی بنیاد پر کہ حسنی مبارک کی امیدواری کسی صورت منظور نہیں، قاہرہ میں ایک بڑے اجتماعی مظاہرے کا اہتمام کیا۔ حکومت نے اس میں زیادہ رکاوٹ نہیں ڈالی۔ اسی طرح حزب الوطنی نے بھی مظاہرہ کیا اور اسے بھی بلا روک ٹوک مظاہرہ کرنے دیا گیا۔ اس کے برعکس اخوان نے ۲۷ مارچ کو پارلیمنٹ کے

سامنے پُرامن اور خاموش مظاہرہ کرنے کا اعلان کیا تو اوپر سے نیچے تک پوری مشینری حرکت میں آگئی اور اس مظاہرے کو ناکام بنانے کے لیے پکڑ دھکڑ شروع ہوگئی۔ اخوان کے اہم رہنماؤں کو مظاہرے سے قبل ہی پکڑ کر تھانوں میں بند کر دیا گیا۔ اس احتجاجی مظاہرے میں شرکت کے لیے دیگر مقامات سے آنے والوں کے لیے راستے مسدود کر دیے گئے۔ مختلف بڑے شہروں میں سے ۶۰ اہم رہنما رات کی تاریکی میں گھروں سے گرفتار کر کے نامعلوم مقامات پر منتقل کر دیے گئے (گویا سب جگہ ایک ہی طریق کار ہے)۔ اس کے باوجود اخوان نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا۔

اخوان کے مرشد عام محمد مہدی عاکف نے مظاہرے سے ایک دن قبل ہنگامی پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ وہ اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق مصری پارلیمنٹ کے سامنے پرامن اور خاموش مظاہرہ ضرور کریں گے۔ جو لوگ رکاوٹوں کی وجہ سے وہاں پہنچنے میں کامیاب نہ ہوں وہ عوامی جلسوں کے لیے مختص معروف میدانوں میں خاموش مظاہرہ کریں گے۔ چنانچہ پارلیمنٹ پہنچنے والے راستوں کو بند کرنے کے باوجود ہزاروں لوگ پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ ان میں نائب مرشد عام اول ڈاکٹر محمد حبیب بھی شامل تھے۔ ۱۰ ہزار مسلح دستوں نے قاہرہ میں بری طرح خوف و ہراس پھیلا رکھا تھا۔ اس کے باوجود پارلیمنٹ کے علاوہ قاہرہ کے تین دیگر میدانوں میں بھی ہزاروں لوگ مظاہروں میں شریک ہوئے۔ ان میں خاص طور پر قاہرہ کے مرکزی حصے کا میدان رمسیس ثانی اور میدان سیدہ زینب قابلِ ذکر ہیں جو ذرائع ابلاغ کی توجہ کا مرکز بنے۔ مظاہرے کے بعد ڈاکٹر محمد حبیب نے کویت کے رسالے المجتمع سے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ حکومت کے اشتعال کے باوجود ہمارے مظاہرے مکمل طور پر پُرامن رہے۔ ہم نے پابندیاں قبول کرنے سے انکار کیا اور جبر کی قوتوں کے مقابلے پر اپنے سیاسی صبر وتحمل اور نظم وضبط کے ساتھ پوری دنیا کو یہ پیغام دیا کہ دستوری ترمیم کے متعلق حکومتی دھوکے بازیوں کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ تحریک کفایہ بائیں بازو کے عناصر پر مشتمل سیاسی جماعت ہے۔ اس کا نعرہ ہے ''بہت ہوگیا!'' (حسنی مبارک اب نہیں)، یعنی Enough is enough۔ قاہرہ کے آئی جی پولیس نبیل العزبی نے اس موقع پر اعلان کیا کہ وہ اپوزیشن کی جماعت تحریک کفایہ کے ۳۰ مارچ کے مظاہرے کو بھی قوت کے ساتھ روک دیں گے۔

ایک روز قبل مصر کی تمام بڑی یونی ورسٹیوں میں طلبہ نے بڑے بڑے مظاہروں کا اہتمام